دینی وروحانی تحریکیں: سیاست کی قربان گاہ

دینی قیادت کا افسوسناک المیہ

ستمبر ۱۹۰۵ء میں ڈنمارک کے اخبار نے توہین رسالت پر مبنی خاکے شایع کیے ان خاکوں پر ڈنمارک میں آباد مسلم اقلیت اور اسلامی ممالک کے سفیروں میں شدید بے چینی پھیلی مسلم آبادی کے قائدین نے ڈنمارک کے وزیر اعظم سے احتجاج کیا ملاقات کی کوشش کی لیکن انھیں دھتکار دیا گیا ڈنمارک میں مقیم بیس مسلمان ملکوں کے سفیروں نے وزیر اعظم سے توہین رسالت کے مسئلے پر ملاقات کی خواہش ظاہر کی جو رد کر دی گئی واضح رہے کہ ان سفیروں میں پاکستان کے سفیر بھی شامل تھے۔ پاکستان کے انگریزی اخبار DAWN میں خاکوں سے متعلق خبریں نہایت تواتر کے ساتھ شایع ہوتی رہیں روزنامہ جنگ نے اس صورت حال پر اداریہ بھی لکھا ساحل نے نومبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں اس صورت حال پر دینی تحریکوں اور دینی جماعتوں کی توجہ مبذول کرائی لیکن یہ آواز صحراء کی اذان بن گئی۔ لیکن اچانک فروری ۲۰۰۶ء تک توہین رسالت کے خلاف تحریک پاکستان میں زور شور سے برپا کی گئی چھ ماہ تک سکون، خاموشی اور سکون کے بعد اچانک اس مبارزت طلبی کی وجہ کیا تھی۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے محترم قاضی حسین احمد کی صاحبزادی جو قومی اسمبلی کی رکن ہیں انھوں نے جنگ میں اپنے مضمون میں یہ لکھا کہ ''۱۱ نومبر کو کسی نوجوان نے قومی اسمبلی کے احاطے میں ان کی توجہ رسول اللہ کے توہین آمیز خاکوں کی طرف مبذول کرائی میں نے فوراً قومی اسمبلی میں تحریک التواء جمع کرادی لیکن اسے زیر بحث نہیں لایا گیا''۔ اس مضمون سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ متحدہ مجلس عمل نے اپنی محترم رکن اسمبلی کی تحریک التواء کو کوئی اہمیت نہ دی اور قومی اسمبلی میں اس مسئلے پر ہنگامی بحث کے لیے کوئی کوشش نہ کی یہ مجرمانہ غفلت ہے۔ سیاست، دینی غیرت، دینی مسائل کی اہمیت دینی روایات پر غالب آتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے، توبہ کی توفیق دے۔

فروری میں پاکستان میں توہین رسالت کی تحریک آندھی اور طوفان بن گئی لیکن حیرت انگیز طور پر توہین رسالت کے خلاف نکلنے والے جلوس پر سب سے زیادہ تشدد پشاور میں کیا گیا جہاں متحدہ مجلس عمل کی حکومت ہے اگر یہ تشدد پنجاب اور اسلام آباد میں کیا جاتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وفاق اور صوبائی حکومت مسلم لیگ کی

ہے انھوں نے اس تشدد کا ارتکاب کیا لیکن متحدہ مجلس عمل کے صوبے میں اس تشدد کا جواز پیش نہیں کیا جا سکتا نہ ہی اس بہیمانہ تشدد پر معذرت طلب کی گئی ایسا کیوں ہوا؟ ان پر تشدد واقعات میں مظاہرین بھی شہید بھی ہوئے۔

متحدہ مجلس عمل کی تحریک جاری وساری تھی ہڑتالیں، مظاہرے، ہنگامے احتجاج ہو رہے تھے کہ صدر بش بھی اسی دوران پہلے سے طے شدہ نظام الاوقات کے مطابق پاکستان آ رہے تھے غالباً حکومت نے دورے کی منسوخی کی استدعا کی جو مسترد کر دی گئی حکومت کا خیال تھا کہ مجلس عمل احتجاج کا نشانہ صدر بش کے دورے کو نہ بنا دے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر دس مارچ کے روزنامہ جنگ میں جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر خورشید کا مضمون شایع ہوا جس میں صدر بش کو یقین دلایا گیا کہ یہ ہڑتال ہنگامے احتجاج توہین رسالت کے مجرموں کے خلاف ہیں اور پہلے سے جاری ہیں اس کا آپ کے دورے سے کوئی تعلق نہیں آپ ہمارے ملک میں مہمان ہیں اور ہم مہمانوں کا بہت احترام کرتے ہیں لیکن مہمان داری کا تحریری یقین دلاتے ہوئے پروفیسر خورشید صاحب ہمسایہ ملک کے صدر ''واجپائی'' کے ''عظیم الشان'' استقبال کی روایت بھول گئے۔

واجپائی ہمسایہ ملک کے وزیراعظم تھے حکومت پاکستان کے مہمان تھے لاہور میں آ رہے تھے لیکن جماعت اسلامی پاکستان نے ''مہمانوں کے ادب واحترام کے جدید فلسفہ'' کو اس وقت یکسر فراموش کر دیا اور واجپائی کے استقبال کو بزور قوت ناکام بنانے کی سر توڑ کوشش کی جس کے نتیجے میں جماعت کے مخلص کارکنوں پر بے پناہ ریاستی تشدد کیا گیا اس کے نتیجے میں لاتعداد کارکن شدید زخمی ہوئے اور جیلوں میں بہیمانہ رویے کا شکار ہوئے۔ احترام واکرام اور تعظیم کے یہ فلسفے ہندوستان اور امریکہ کے لیے الگ الگ کیوں ہیں اس کے تانے بانے کیسے بنے جاتے ہیں؟

افسوس کی بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر اسلامی روایات، قرآن، سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں صدر بش کے حوالے سے اسلامی روایات مہمان داری کی بہت عمدہ اور زور دار وکالت کر رہے تھے۔ لیکن ہمسایہ ملک بھارت میں جماعت اسلامی ہندوستان کے زیر اہتمام صدر بش کے دورہ ہندوستان کی شدید ترین مخالفت ہو رہی تھی جلوس نکالے جا رہے تھے جلسے کیے جا رہے تھے لکھنو اور حیدر آباد دکن میں صدر بش کے دورہ ہندوستان کے موقع پر پر تشدد مظاہرے ہوئے حیدر آباد دکن میں صدر بش کو اپنا دورہ مختصر بلکہ ملتوی کرنا پڑا بہت سے مقامات تک وہ پہنچ نہ سکے دہلی میں جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے ہند نے مشترکہ جلسہ کیا جس میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ جلسے میں صدر بش کے دورے کی شدید مذمت کی گئی۔ دورے کی منسوخی کا مطالبہ کیا گیا اور شدید احتجاج ہوا۔ یہ عجیب اسلام ہے یہ عجیب قرآن وسنت اور عجیب اسلامی روایات [نعوذ باللہ] ہیں جو پاکستان میں کچھ اور ہیں ہندوستان میں کچھ اور ہیں جب کہ اسلام، قرآن وسنت عالمگیر دائمی ماخذات قانون ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن وسنت سے استباط سرحد کے اس طرف کچھ اور ہو اور سرحد کے اس طرف کچھ اور ہو اہل دین کے یہ سیاسی اور غیر اخلاقی رویے دین کی تضحیک کا باعث بنتے ہیں غیر مسلم، کفار، مشرکین، جدیدیت پسند دین کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جس قدر نقصان اہل دین اپنی نام نہاد حکمت عملی، منافقت، سیاست، اور عارضی منفعت کی خاطر دین کی تصویر کو مسخ کر کے پہنچاتے ہیں دین کے نام

پر اپنی خواہشات نفس کی تشریح و توضیح اللہ تعالٰی کے نزدیک ناپسندیدہ ترین کام ہے جس پر ہمیں استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ اس قسم کی حرکات سے مکمل گریز کی دعا مانگنی چاہیے اور اس دعا کی قبولیت کے لیے بھی مستقل محوِ دعا رہنا چاہیے۔

قاضی حسین احمد نے ۱۹ فروری کو اعلان فرمایا تھا کہ تحریک ناموس رسالت حکومت کے خاتمے پر منتج ہوگی جنرل پرویز کو ۲۳ مارچ کو سلامی نہیں لینے دیں گے یہ بالکل اسی طرح کا بیان تھا جس طرح نعمت اللہ خان نے اچانک کسی کے اشارے پر ایک پریس کانفرنس طلب کر کے اعلان کیا۔ ''میں نے آج تک کوئی دعویٰ نہیں کیا لیکن آج دعویٰ کرتا ہوں کہ کراچی کا اگلا میئر میں بنوں گا'' [قاضی حسین احمد صاحب اور نعمت اللہ خان کے ان دعوؤں کا محرک کیا تھا؟ تحقیق کا خاص موضوع ہے۔ ماضی میں بھی اس قسم کے دعوے کیے گئے ہیں جن کا نتیجہ بہت خراب رہا ہے۔] اس دعوے کی کیا ضرورت تھی اس دعوے کی بنیاد کیا تھی؟ ان دعوؤں کا تصور کر کے مذہبی سیاسی قیادت کی بے بصیرتی پر صدمہ ہوتا ہے ہمارے قائدین کتنے سادہ لوح کتنے نادان ہیں جو ادھر ادھر سے ملنے والی اطلاعات پر مستقبل کے سیاسی تاج محل تعمیر کرتے ہیں جو ریت کا ڈھیر ثابت ہوتے ہیں۔ قاضی حسین احمد کی خطابت اور نعمت اللہ خان کی سیاست شہید صلاح الدین کی صحافت سے اوپر نہ اٹھ سکی شہید صلاح الدین کی بے سروپا، بے بنیاد، غلط سلط، شر انگیز، غلط بیانی اور کذب پر مبنی صحافت نے امت کو اور اسلام کو بے پناہ نقصان پہنچایا۔ من گھڑت کہانیوں پر مبنی چونکانے والے انکشافات تکبیر کی شناخت بن گئے تھے آج تکبیر کو کوئی نہیں جانتا حکمرانوں کے قصیدے پڑھتے پڑھتے اور اسلامی جماعتوں کی توہین کرتے کرتے یہ رسالہ خود اپنی لحد میں اتر گیا تکبیر کی ان کہانیوں کا مفصل اور مکمل تنقیدی جائزہ ساحل ماضی میں پیش کر چکا ہے اس کا مطالعہ آپ پر درد و کرب کی کیفیت طاری کر دے گا۔

ستمبر ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک میں رسالت مآب کے کارٹون کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے مفکرین کو ایک سنہری موقع ملا تھا کہ وہ بنیادی حقوق انسانی کے مغربی فلسفے کی اصلیت و حقیقت سے واقفیت حاصل کرتے اور اس کی بنیادوں میں موجود اصل فکر کا محاکمہ، اپنے عمل کا محاسبہ اور مغرب سے اپنے فکری، علمی، جذباتی اور روحانی تعلق پر ازسرِنو نظر ثانی کرتے لیکن افسوس کہ اس سنہری موقع کو کھو دیا گیا احتجاج کی لہر چار ماہ کی تاخیر سے اٹھی لیکن کسی ٹھوس علمی قضیے تک پہنچے بغیر دم توڑ گئی پاکستان میں متحدہ قومی مجلس عمل کے صدر قاضی حسین احمد نے توہین رسالت کے خلاف تحریک کو پرویز مشرف کی برطرفی تک جاری رکھنے کا اعلان کر کے اس عظیم الشان تحریک کی دینی اخلاقی اور روحانی اساس کو شدید طور پر مجروح کیا، آزادی اظہار رائے کے شیطانی فلسفۂ مغرب کے خلاف مجلس عمل کی یہ تحریک کسی فکری انقلاب کا پیش خیمہ بننے کے بجائے مذموم سیاسی مقاصد کی تکمیل کا آلۂ کار بن کر خود دم توڑ گئی۔ قاضی حسین احمد نے اعلان فرمایا کہ جنرل پرویز مشرف ۲۳ مارچ کو سلامی نہیں لے سکیں گے لیکن ان کا یہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا ذات رسالت مآب کے لیے دلوں سے اٹھنے والے اضطراب اور محبت کے سمندر کا سیاسی مفادات کی خاطر استعمال دینی قیادت کا المیہ ہے توہین رسالت کے خلاف عالمی تحریک نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان عملی طور پر آج بھی مغرب کے فکر و فلسفے کو تسلیم نہیں کرتے جنرل پرویز مشرف کو خاکوں کے مسئلے پر

دوٹوک لفظوں میں کہنا پڑا'' خاکوں کے خلاف تمام مسلمان متحد ہیں چاہے کوئی انتہا پسند ہو، اعتدال پسند ہو، یا انتہائی روشن خیال ہم سب اس کی مذمت کرتے ہیں'' مغرب اسی نقطۂ نظر کو بنیاد پرستی قرار دیتا ہے۔ مغرب کے خیال میں مسلمانوں کو Tolerant ہونا چاہیے۔ جو روادار نہیں وہ انسان نہیں ہے۔ یہی مغرب کا تصورِ انسانیت ہے جسے بعض جدید علماء اسلام سے ثابت کرتے ہیں۔ آزادی اظہار رائے کا شیطان نقاب الٹ کر باہر آ گیا ہے لیکن ہمارے دینی مفکرین آج بھی آزادی اظہار رائے کے ترجمان بنے ہوئے ہیں وہ مغرب کی اس اصطلاح کا حقیقی مطلب آج بھی سمجھنے سے معذور ہیں۔

توہین رسالت کے مسئلے پر عالم اسلام کے جدیدیت پسند مفکرین وحید الدین خان، ڈاکٹر منظور احمد اور جاوید غامدی کو بھی جرات نہ ہوئی کہ وہ ذرائع ابلاغیات پر آزادی اظہار رائے کے حق میں تقریر کر کے توہین رسالت پر ہونے والے احتجاج کی مذمت کرتے اپنی نجی مجالس میں یہ مفکرین توہین رسالت کو کوئی جرم نہیں سمجھتے لیکن ذرائع ابلاغیات نے ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے اس نازک موضوع پر گفتگو سے انکار کر دیا۔

عالمِ اسلام کا المیہ یہ ہے کہ وہ مغربی فکر و فلسفے سے بے حد مرعوب ہے لیکن اس کی اصلیت، حقیقت، حیثیت، ماہیئت، سے واقف ہونے کے لیے تیار نہیں۔ بنیادی حقوق کے فلسفے کو عالم اسلام میں عمومی مقبولیت حاصل ہے۔ جبکہ یہ فلسفہ اسلام کی مابعد الطبعیات، علمیات، وجودیات اور کونیات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ عالم اسلام فکری طور پر شدید خطرے میں ہے۔ کفر کو اسلام کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے اس غلطی کی اصل وجہ کفر کی حقیقت سے ناواقفیت ہے عالم اسلام ابھی تک غزالی جیسی کسی ہستی کا منتظر ہے جو مغربی فکر و فلسفے کا تہافہ پیش کرے۔

متحدہ مجلس عمل نے تمام مسلم ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ خاکے چھاپنے والے ممالک سے سفارتی اور معاشی تعلقات ختم کر دیں اور ان ملکوں کی مصنوعات کا مقاطعہ کر دیں لیکن متحدہ مجلس عمل نے یہ نہیں بتایا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اراکین جو اس طرز عمل کی سرپرستی کر رہے ہیں ان سے تعلقات رکھے جائیں یا نہیں؟ کیا مجلس عمل کی قیادت خود قربانی دینے پر تیار ہے یا اس نے عوام کو روحانی طور پر اتنا بلند کر دیا ہے کہ وہ مغرب کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے مغرب کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں ظاہر ہے مجلس عمل نے ایسی منصوبہ بندی نہیں کی ہے اور نہ ہی کوئی تیاری۔ آج سے ستر سال پہلے گاندھی جی اور مسلمان قومی قیادت نے بدیسی مال کا بائیکاٹ کر کے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف روح پھونک دی تھی اس زمانے کی قیادت چرخہ چلا سکتی تھی اور کھدر پہن سکتی تھی لیکن کیا آج ہماری قیادت اور ہمارے عوام قربانی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں جمہوری سیاست نے عوام کو تعیّشات، عیش و عشرت، آرام دہ زندگی کا عادی بنا دیا ہے یہی حال ہماری قیادت کا المیہ بھی ہے جو دنیا سے بہ قدر ضرورت استفادہ کی سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین کو ترک کر کے دنیا سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کو عین دین اور ترقی کو [یعنی ذاتی مادی وسائل میں مسلسل اضافے کو] اسلامی قدر کے طور پر متعارف کرا کے عوام کو محبت دنیا میں مبتلا کر چکی ہے لہٰذا عوام کسی قربانی کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتے۔ توہین کرنے والے ممالک سے ہمارے تجارتی روابط بہت محدود ہیں لہٰذا اس طرح کی جذباتی باتیں کی جا سکتی ہیں لیکن اگر جاپان یا چین توہین رسالت کا ارتکاب کریں تو کیا ہم ہماری قیادت اور عوام اپنے گھروں سے چینی

جاپانی مصنوعات نکالنے پر آمادہ ہوں گے، جذباتیت سے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے سوچیے یقیناً ایسا ہوسکتا ہے لیکن ایک دنیا پرست ترقی کا طالب جاپانی چینی مصنوعات کا بائیکاٹ نہیں کرسکتا، یہ کام محمد عربیؐ کی محبت میں مبتلا سچا مومن کرسکتا ہے، ایسے مومن ہماری مذہبی جماعتوں میں کتنے رہ گئے ہیں؟ اکابرین میں کتنے باقی ہیں؟

رسول کریم کی زندگی سادگی سے عبارت تھی آپ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے اپنی پوری زندگی ایک ایسے حجرے میں بسر کی جس میں صرف تین قبریں سما سکتی تھیں۔ ایک ذات رسالت مآبؐ کی دو آپ کے رفقائے کار، عشرہ مبشرہ، خلفائے راشدین، اور آپ کے سسر صاحبان ثانی اثنین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی حکمرانوں کی رہائش کے سلسلے میں حضورؐ کی یہ سنت وہ سنت ہے ہے جس پر آپ نے ساری زندگی تواتر سے عمل فرمایا کبھی وسیع وعریض کشادہ گھر میں قیام نہیں کیا یہ سنت امت مسلمہ کے اکابرین بھلا چکے ہیں رسالت مآبؐ نے امت مسلمہ کے علما کو انبیائے بنی اسرائیل کے مساوی قرار دیا ہے انبیاء کا طرز زندگی کیا ہوتا ہے انبیاء اس دنیا میں مسافر کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں وہ دنیا سے صرف اتنا ہی لیتے ہیں جتنا ذات رسالت مآبؐ نے لیا ہے وہ دنیا کو اس طرح برتتے ہیں جس طرح رسالت مآب نے برتا تھا آپؐ نے پانی میں انگلی ڈبوئی اور باہر نکال لی اور بتایا کہ مومن دنیا سے کتنا متمتع ہوسکتا ہے یہ تشبیہہ یا استعارہ دنیا سے مومنین، صالحین، اکابرین اور علماء کے تعلق کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے اور رسالت مآب کا استعارہ ہے شاعر نے درست کہا ہے۔

ایسا کوئی سلطان زمانے میں دکھا دو
مٹی کا دیا جس کے شبستاں میں جلا ہو

دینی قیادت، پرتعیش طرز زندگی میں مبتلا ہو اور اس کا شبستاں مٹی کے دیے سے محروم ہو تو یہ امت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روشنی سے محروم رہے گی مٹی کا دیا...... دنیا سے بے رغبتی، آخرت پر یقین، عیش وعشرت کی زندگی سے اجتناب کی علامت ہے انقلاب مٹی کے دیے کی روشنی سے وابستہ ہے جب تک ہماری دینی قیادت مٹی کے دیے کی روشنی سے محروم رہے گی یہ امت اسلامی انقلاب سے محروم رہے گی۔

مجلس عمل کے حافظ حسین احمد نے کارٹونسٹ اور اطالوی وزیر کے قتل پر انعام دینے کا اعلان کیا۔ بھارت میں یوپی کے وزیر اقلیتی امور یعقوب قریشی نے خاکے بنانے والے کو قتل کرنے پر ۱۱.۵ ملین ڈالر انعام کا اعلان کیا اے این پی مالاکنڈ ڈویژن نے قاتل کے لیے پانچ کروڑ روپے انعام کا اعلان کیا لیکن کسی ایک نے بھی بنیادی حقوق کے فلسفے، مغربی تہذیب اقدار کا خاتمہ کرنے والے کے لیے کسی انعام کا اعلان نہیں کیا۔ کیا مغربی تہذیب فلسفے کو اس طرح کے جذباتی اعلانات کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں یا اسے مضبوط کرنے کا باعث بنتے ہیں توہین رسالت کی اجازت مغربی تصور اظہار رائے کی آزادی کا نتیجہ ہے اس آزادی کے خلاف پورے عالم اسلام سے آج تک ایک آواز بھی نہیں اٹھی یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ ڈنمارک کا عظیم حادثہ بھی سر سے گزر گیا لیکن مغرب کے منشور حقوق انسانی کے خلاف علمی فکری بنیادوں پر آج تک کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ساحل اپریل ۲۰۰۶ء